

غزلیات بیدل

(قاری)

فقیر قادر بخش بیدل

تحقیق و ترتیب:

پروفیسر روزینہ انجم نقوی

غزلیات بیدل

(فارسی)

فقیر قادر بخش بیدل

تحقیق و ترتیب:

پروفیسر روزینہ انجم نقوی

سندھی ترجمہ:

جوہر بروہی

بیدل یادگار کالمیٹی

کتاب نمبر: 32

جملہ بحقوق محفوظ

کتاب: غزلیات بیدل (فارسی)

فقیر قادر بخش بیدل

تحقیق و ترتیب: پروفیسر روزینہ انجم نقوی

سندھی ترجمہ: جوہر بروہی

ادارہ: بیدل یادگار کالمی

کمپوزنگ: امر ایاز مہر

سرورق: آصف نظامانی

پرینٹنگ: پوپٹ پرینٹنگ پریس،

مال روڈ خیر پور سندھ۔

- حرف اول-----اختر درگاہی 01
- پیش گفتار-----پروفیسر روزینہ انجم نقوی 06
- فقیر قادر بخش بیدل کی غزل گوئی-----پروفیسر روزینہ انجم نقوی 08
- غزلیات----- 18
- سندھی ترجمہ----- 19

حرف اول

فقیر قادر بخش بیدل شاید سندھ کے وہ واحد صوفی بزرگ و شاعر ہیں جن کی تصانیف و تالیفات کی تعداد اور دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ یک وقت عربی، فارسی، اردو، سرائیکی اور سندھی زبانوں کے باکمال شاعر اور بہت ہی بڑے جید عالم تھے لحاظ انکی تصانیف کا احاطہ نہ صرف عالمانہ بلکہ عارفانہ بھی ہے۔

فقیر قادر بخش بیدل کے پہلے تذکرہ نویس ہدایت علی فقیر تارک (متوفی ۱۹۳۹ء) نے انکی نظم و نثر کی کتابوں کی تعداد اٹھارہ لکھی ہے جبکہ حالیہ تحقیق کے مطابق یہ تعداد ۳۷ بنتی ہے اور جوں جوں تحقیق کا دائرہ بڑھایا جا رہا ہے یہ تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

سن ۲۰۰۰ء میں جب بیدل یادگار کامیٹی کے زیر اہتمام فقیر قادر بخش بیدل کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ادبی کانفرنس کا انعقاد شروع ہوا اور بیدل سائیں کی ان تمام تصانیف کو شائع کرنے کا ہم نے یہ اسنونا خواب دیکھا تھا، اس وقت ان کتابوں میں سے صرف پانچ کتابیں شائع ہو سکیں تھیں۔ ہماری خوش قسمتی اور بیدل یادگار کامیٹی کی کوششوں اور مختلف اداروں اور محققوں کے رابطوں سے اب ان تصانیف میں سے شائع شدہ کتابوں کی تعداد ۲۳ ہے جو ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

جہاں تک فقیر قادر بخش بیدل کے فارسی کلام کا تعلق ہے تو ان میں سے بیشتر کتابیں یعنی چھ مثنویاں، تین دیوان اور ایک تاریخی قطعات کی کتاب شائع ہو چکی ہیں، انکے علاوہ مختلف تذکرہ نویسوں نے بیدل سائیں کے کچھ متفرق فارسی کلام کا ذکر کیا ہے جو مخمسات، مسدسات، مناقب، رباعیات، قطعات پر مشتمل مختلف خطی نسخوں میں پھیلا ہوا ہے۔

غزلیات بیدل بھی فقیر قادر بخش کے اس متفرق فارسی کلام کا حصہ ہے جو اب تک غیر مطبوع تھا جسے ہماری گذارش پر محترمہ پروفیسر ڈاکٹر روزینہ انجم نقوی صاحبہ نے بڑی محبت اور محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے اور بیدل یادگار کاتبی کو ہی اس کتاب کے چھاپنے کا اعزاز ملا ہے۔

غزلیات بیدل کا خطی نسخہ ہمیں سندھ کے نامور شاعر اور صحافی مرحوم سید انصحر شاہ گیلانی (وفات ۲۰۰۶ء) کی ذاتی لائبریری گھونگی سے لکے فرزند ارجمند محترم سید واجد حسین شاہ گیلانی کی مہربانی سے ملا جو پہلی مرتبہ شائع ہو رہا ہے۔

خاص بات کہ نسخے کی شروعات بھی عربی غزل سے کی گئی ہے تو اس کا اختتام بھی عربی غزل سے ہے اور اس کے درمیان انکیتیں فارسی غزلیں و رباعیات و قطعات شامل ہیں۔

قلمی نسخہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل میں فارسی کلام کا یہ نسخہ بیدل سائیں کے منجملہ تین فارسی دواوین کا حصہ ہے جس میں دیوان مصباح الطریقت اور دیوان بیدل اردو بھی شامل ہے جبکہ کاتب نے غزلیات کے اس حصے کو بھی دیوان بیدل کا نام دیا ہے، کیوں کہ کلام کے اس حصے میں بھی کچھ رباعیات، قطعات اور فرد شامل ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ اس نسخے میں شامل غزلیات جو غیر مطبوعہ تھیں تو اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ غزلیات کی کل تعداد ۳۳ ہے جو ردیف دار مکمل دیوان کے شکل میں نہیں۔ اس بنا پر اس کتاب کا نام غزلیات بیدل رکھا گیا ہے۔

غزلیات بیدل کا یہ قلمی نسخہ سن ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۱۹۲۷ء کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام محمد حاشم ولد محمد بگل ہے اور یہ نسخہ اس نے فقیر قادر بخش بیدل کے دیوان مصباح الطریقت اور اردو دیوان کے ساتھ اپنے استاد و بزرگ سید پیر حبیب

اللہ شاہ جیلانی کے مطالعے اور اصرار پر تحریر کیا ہے۔ کاتب نے یہی بات دیوان مصباح الطریقت کے اختتام پر صفحے ۳-۴ پر یوں تحریر کی ہے۔

از دست سگ کوچہ مرشد حقیقی و قبلہ تحقیقی جناب فقیر صاحب مذکورہ
الصدر احقر العباد مغموں و محزون محمد ہاشم ولد محمد پگل متوطن شہید حال طالب علم
مدرسہ قاسم العلوم صاحبان لواء شریف معروف گھوٹکی برائی پاس خاطر کرم فرمائی
جناب سید پیر حبیب اللہ شاہ جیلانی حلیہ تحریر یافت بتاریخ ہرودھم (۱۸) ماہ شعبان
المعظم ۱۳۴۵ ہجری مطابق بیست و یکم (۲۱) ماہ فروری ۱۹۲۷ء بروز شنبہ۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم زانکہ من بندہ گنہگارم کسی

اس تحریر سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ فقیر قادر بخش بیدل کیسے یہ تصانیف
مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی کے ایک طالب علم محمد ہاشم ولد محمد پگل جو کہ اصل علاقہ
گاؤں شہید (ممکن ہے شادی شہید) کارہنے والے تھے اپنے استاد و بزرگ سید حبیب
اللہ شاہ جیلانی کی خدمت میں بطور علمی و روحانی تحفے کے طور پر نقل کر کے پیش کی۔
لاحظہ کاتب محمد ہاشم کی مندرجہ بالا تحریر کے بعد سید حبیب اللہ شاہ جیلانی نے یوں
تحریر فرمایا ہے۔

از طرف مالک دیوان ہذا

چونکہ برادر موصوف یعنی کاتب کتاب ہذا قبل از تحریر این کتاب بیاض
باقاعدہ تحریر نہ نموده و نہ از کہ خوشنویس مشق کردہ، و این تحریر باند محض از طبع او
اوست، لہذا امید قوی است کہ انشاء اللہ بعد از مدت از کاتب الحروف، خوشنویسیاں یک
فرد کامل فواید شد، بندہ خاکپائے اولیاء مسکین حبیب اللہ ۱۹ شعبان المعظم روز سہ شنبہ
ظہر صورت تحریر یافت۔

ہمیں نسخے کے کاتب محمد حاشم ولد محمد بچل کی معلومات میسر نہ ہو سکی ہیں البتہ نسخے کے مالک سید حبیب اللہ شاہ جیلانی متعلق کچھ یوں لکھا گیا ہے۔

مولانا سید حبیب اللہ شاہ، سید فخر الدین شاہ کے بڑے فرزند تھے انکی ولادت ۱۳۲۳ء ہجری مطابق ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ سید حبیب اللہ شاہ کے والد سید فخر الدین شاہ اور دادا سید محمد عارف شاہ بڑے عالم تھے۔ لحاظ سید حبیب اللہ شاہ نے بھی علم حاصل کرنے پر توجہ دی۔ مولانا امید علی، مولانا نور محمد انڈھڑ اور دوسرے علماء سے علم حاصل کیا۔ انہیں خواجہ غلام فرید سے جنون کی حد تک عشق تھا۔ والد سید فخر الدین شاہ کے انتقال (۱۹۶۳ء) کے بعد مدرسہ (قاسم العلوم) کا اہتمام سنبھالا اور بخوبی سرانجام دیا۔ طویل بیماری کے بعد ۲۳ محرم مطابق ۱۹۷۹ء کو وفات پائی۔ انکی اولاد میں فرزند سید خلیل اللہ شاہ دستار بند عالم ہیں اور اب مدرسے کا اہتمام انکے سر ہے۔

(بحوالہ: مولانا عبد الوہاب چاچڑ)

سوانحی نمبر ماہوار شریعت رومہ (۱)

سید حبیب اللہ شاہ جیلانی کے متعلق مندرجہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت سنہ ۱۹۲۷ء میں کاتب محمد حاشم ولد محمد بچل نے بیدل سائیں کے کلام کے یہ نسخے انکے پاس خاطری کے لئے نقل کئے تو اس وقت سید حبیب اللہ شاہ کی عمر صرف ۲۲ سال تھی۔ اتنی چھوٹی عمر میں ہی صوفی بزرگوں کے کلام کے ساتھ انکی دلچسپی اور اتنی علمی لیاقت ان کی شخصیت کو نکھارتی ہے اس کے علاوہ نسخے میں سید حبیب اللہ شاہ کے ساتھ اتنی عقیدت مندی بھی اس عمر میں انکے بڑے عالم ہونے کا اشارہ دیتی ہے۔

غزلیات بیدل کو خوبصورت مرتب کرنے پر ہم محترمہ پروفیسر ڈاکٹر روزینہ انجم نقوی صاحبہ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ محترم عبدالحی چاچا کا بھی شکریہ جنہوں نے سید حبیب اللہ شاہ جیلانی اور ان کے والد سید فخر الدین شاہ کے متعلق مواد فراہم کیا۔ محترم جوہر بروہی صاحب کا بہت شکریہ جنہوں نے ہماری گزارش پر تھوڑے دنوں میں ان فارسی غزلیات کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ کتاب کی خوبصورت کمپوزنگ پر محترم امرا یاز مھر صاحب اور اسے شائع کرنے پر پوپٹ پبلشنگ ہاؤس خیر پور کے محترم قربان منگی کے ممنون و مشکور ہیں۔

اختر درگاہی

اگست ۲۰۱۶ء

سیکرٹری

بیدل یادگار کابینہ

پیش گفتار

گرچہ ہندی درِ عذوبت شکر است،

طرزِ گفتارِ دری شیریں تر است

فارسی زبان انقلاب ہے اور یہ زبان ہمیشہ زندہ رہی ہے۔ اس لیے کے اسے تقریباً ایک ہزار سال تک برصغیر پاک و ہند کی سرکاری و محلی زبان رہنے کا شرف حاصل رہا ہے اور یوں ہمارا عظیم مذہبی، اخلاقی، علمی، معاشرتی اور اقتصادی سرمایہ حیات اسی زبان میں ہے۔ برصغیر پاک و ہند نے بہت سے ایسے علماء، دانشور، مشائخ اور اطباء کو جنم دیا جو اپنی فکر کی روشنی سے فارسی زبان و ادب میں مذہبی، سیاسی، علمی اور اخلاقی تربیت میں گراں مایہ حیثیت کے علمبردار ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری کی ایک قد آور شخصیت حضرت فقیر قادر بخش تخلص بہ بیدل کی ہے جنہوں نے اپنا علمی سرمایہ عربی، فارسی، سندھی، اردو اور سرائیکی میں تقریباً تیس کتابوں کی صورت میں چھوڑا جو یقیناً طالبانِ حقیقت و معرفت کے لیے ایک پیر کامل کی صفات کا حامل ہے۔ یہ علمی سرمایہ ان کی اعلیٰ بصیرت کا غمازی ہے، بیدل یادگار کمیٹی ان کے تمام علمی آثار کو منظر عام پر لانے کی بھرپور کوشش میں مگن ہے اور الحمد للہ یہ کمال ہنرمندی سے اس فرض کو سرانجام دے رہی ہے۔

اس سال بیدل سائیں کے عرس مبارک پر غزلیات بیدل کا تحفہ ہے جو آپ کی اعلیٰ فکر کی ترویج کا ذریعہ ہوگا۔ اس کے لیے یہ کمیٹی لائق تحسین ہے جو اس خطے کے مایہ ناز بزرگ کے علمی و ادبی سرمایہ کو محفوظ کرنے کی انتھک لگن میں مصروف عمل ہے۔ اس علمی و عرفانی شاہکار کی تصحیح و ترتیب کی سعادت اس طالب علم و معرفت کے

جسے میں آئی ہے شرف قبولیت کی طلبگار ہوں۔

ڈاکٹر روزینہ انجم نقوی

اسٹنٹ پروفیسر

شعبہ زبان و ادبیات فارسی

اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

فقیر قادر بخش کی غزل گوئی

فقیر قادر بخش بیدل روحانی شخصیت تھے جو خدا و دوست، خدا شناس اور مخلوق خدا سے پیار و محبت کا جذبہ رکھتے تھے۔ خاص طور پر جب اللہ والے کے دل میں اللہ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے تو ایسے محبوب حقیقی کا نور چاروں طرف پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور قرآن مجید بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ کا نور ہے جو زمین اور آسمانوں میں نظر آتا ہے۔ بیدل سائیں کو اللہ سے خالص پیار ہے عشق حقیقی ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اور ہر طرف اللہ کا رنگ نظر آتا ہے جس کا اظہار ان کے کلام سے نمایاں ہے نمونہ کے طور پر اشعار دیکھیے۔

شد تجلی گہہ ہر سو شاہد رنگینی قبا،

یعنی آن بی رنگت باہر رنگ گشتہ رخ نما

ای کہ خورشید جہاں تاب ز نور تابی است،

بل ز عکس رخ تو عرش تجلی یابی است

اسی نور کے بیدل عاشق ہیں اور انکی نظر میں ہر شخص ان کی طرح اسی نور کا عاشق ہے اس عشق میں زوال نہیں کوئی عار نہیں بلکہ کامرانی ہی کامرانی ہے۔

چہ غلغلی است کہ حسن تو در جہان انداخت،

کہ دور چشم تو حد فتنہ در زمان انداخت

ز در جمال تو تہارہ عالم اجسام،

کز شہ تو چہ دلولہ بہ ملک جان انداخت

دیگر فارسی شعراء کی طرح بیدل سائیں نے بھی اپنی غزلیات میں عقل و

عشق کی دلچسپ گفتگو کی ہے اور اس میں عشق کا پڑا بھری دکھایا ہے اور عشق کی ترغیب دلائی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی اور شاخِ مشرق علامہ اقبال کی طرح عقل سے بیزار اور عشق کو اپنا سرمایہ حیات قرار دیا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ:

بیدل از مدرسه فقہا مطلب مسئلہ عشق،

حیلہ عقل کجا ہمت مردانہ کجا

از قیاسات عقل بیزار شو،

از می عشق پاک متناہ

صحبت عاشقان گزین ورنہ،

خلوت بہ زانس فرزانہ

کار بی اجر نیست در رہ عشق،

قدی نہہ ولیک مردانہ

بیدل سائیں کے نزدیک علم ظاہری شخصیت کو نکھارتا ہے لیکن عشق اندر روح کو منور کر دیتا ہے اس لئے کہ روح کو تازگی عشق سے ملتی ہے اگر عشق نہیں تو روح فرسودہ ہے دیکھئے شعر:

اگر ظاہر ت آراست علم دین لیکن،

بدون عشق درون منور ت نبود۔

عشق اختیار کرنا کار مرداں ہے راہ عشق میں مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن زبان پر شکوہ نہیں۔ عاشق اپنے محبوب کا حقیقی جلوہ دیکھنے کے لئے بے تاب نظر آتا ہے۔ وصل کے لئے بے قرار رہتا ہے۔ دراصل وہ معشوق سے اپنا عکس کر دانا ہی سعادت مندی سمجھتا ہے ویسے بھی جان محبوب ازل کی امانت ہے اور روح تو شروع

سے ہی اپنے اصل کی طرف لوٹنا چاہتی ہے اس کی منزل عالمِ سقّی نہیں بلکہ عالمِ روحانی ہے۔ بیدل سائیں کا دل بھی ہمیشہ وصل کی تڑپ سے پارہ پارہ رہتا ہے جس کا اظہار دیکھیے:

جان بہ لب ای صنم منتظر وصال رہا

کی فکر وہ کام دل جلوہ آن جمال روا

بیدل شکوہ گزار از غم فرقت نگار

بود کہ شبی کنی شکار شاہد خوش خیال روا

یہ شدت انتقار کی کیفیت اکثر فارسی شعراء میں نظر آتی ہے، خاص طور پر برصغیر کے نامور شاعر امیر خسرو دہلوی کے ہاں ایسا اظہار ملتا ہے جہاں وہ مثل آہو جان ہتھلی پر لیے وصال کے منتظر ہیں مثلاً:

ہم آہو ان صحر اسر خود نیاورد رکف،

بہ امید آن کہ روزی بہ شکار خواہی آمد

بیدل سائیں نظریہ وحدت الوجود کے قائل نظر آتے ہیں نظریہ ہمہ اوست اور ہمہ از اوست اکثر شعراء کا موضوعِ سخن رہا ہے۔ سلجوقی دور کے مشہور رباعی گو ابو سعید ابو الخیر ایک صوفی شاعر گزرے ہیں جو نظریہ وحدت الوجود کے قائل تھے کہتے ہیں:

صفتی کہ کرائی تو بدین زیبائی

گفتا خود را کہ من خودم یکتائی

ہم عشقم وہم عاشق وہم معشوقم

ہم آئینہ ہم جمال وہم بینائی

بیدل سائیں کا کلام دیکھیے

جز ذات حق تعالیٰ پنهان و آشکارا،

در هر لباس بنی آن شاه گریار

رندان لبی سر دپاسر حمد بگویند،

در وحدت وجودی گم کرده تو و ما را

اور پھر کہتے ہیں:

مشرّب محققان سلف و خلف، ہمیں است،

مفتی بہ دست مسئلہ وحدت وجود یارا

اللہ جمیل و محب الجمال، اللہ حسن مطلق ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے کائنات کا راز
حسن میں ہے اور حسن قابل ستائش ہے اس لیے کہ حسن کشش رکھتا ہے بلکہ کائنات
حسن مطلق کی پر تو ہے۔ حسن مطلق کو دیکھ کر ہر ذرہ کھپچلا جاتا ہے ان باتوں کا اظہار
اس طرح کرتے ہیں کہ:

گل آب شد چو جمال ترا نظارہ ای کرد،

بہ سخن قیای خود از شوق پارہ پارہ ای کرد

ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

منبع نور الہی ذات پاک تست و بس،

زان سبب روشن دلان مہر ترا بگزیدہ اللہ

حسن مطلق بے مثال اور لاقافی ہے جس میں کسی کی شرکت نہیں اس نور نے تمام
کائنات زمین و آسمان حور و ملک کو اپنے احاطے میں لیا ہوا ہے اور اسی حسن مطلق کی
حکمرانی ہے:

از درو عرش تا بہ حقیض شری یقین،

حکم تو نافذ است چہ جای ساسمک

ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ:

ای راہ معنوی ز تو گردید نسلک

حسن و ملاحضت تو بود مشترک

لطف تو داد عالم جان را لطافتی

نکس جمال تست اگر حور و ملک

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، بیدل کے کلام میں سچی تڑپ اور
لگن کی چاشنی ہے احساسات قلبی کا بیان ہے، واردات کا اظہار ہے سچے عاشق کو عشق
کی کٹھن منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور تمام مصائب و آلام برداشت کرنے پڑتے ہیں
پھر بھی وصل کی خواہش اور مشکلات سے نجات کا جذبہ دل میں ہی رہ گیا یہ کنک
بیدل سائیں کی غزلوں میں نظر آتی ہے ان غزلوں کے مطلعے درج کیے جاتے ہیں:
غم زلفت از دل حیران من اندر حمہ عمر،

بہ نقد حال پریشان من اندر حمہ عمر

عمر گزشت عقدہ نکشود حیف حیف،

سرما یہ رفت از کف بی سود حیف حیف

مکل عیش را بہ کام نہچیدیم حیف حیف،

در باغ وصل تو نہچیدیم حیف حیف

ذکر علی ابن ابی طالب:

بیدل سائیں کو ذات علی المرتضیٰ سے بہت محبت تھی آپ کے نزدیک عرش
الہی کی رسائی کا ذریعہ حب علی المرتضیٰ ہے آپ عارفوں کے رہبر اور ساقی کوثر ہیں ایک

پوری غزل میں آپ کے مناتب کا اظہار کیا ہے اور ایسا اکثر شعراء نے خاص طور پر علامہ اقبال نے انتہائی عقیدت کے ساتھ اپنے اردو اور فارسی کلام میں اظہار کیا ہے کہا کہ اسرار خودی کے منظومہ در شرح اسرار اسماء علی مرتضیٰ دیکھیے:

مسلم اول شد مردان غلی

عشق را سر مایہ ایمان غلی

از دلاے دو رمانش زغده ام،

در جہاں مثل گہر تابندہ ام۔

بیدل سائیں کی غزل کا مطلع دیکھیے:

مایہ عرفان تو لا حیدر است،

عارفان را ذات پاکش رہبر است

آپ کو صرف ذات غلی سے ہی محبت نہیں بلکہ آپ کے پورے خانوادہ سے پیار تھا خصوصاً بارہ آئمہ طاہرین کے فضائل کے قائل تھے اور ان کو اپنی نجات کا ذریعہ گردانتے تھے دو غزلیں ہیں جن میں بارہ اماموں سے عقیدت کا اظہار کیا ہے ان کے پہلے پہلے اشعار درج کیے جاتے ہیں دیکھیے:

اولین وہ دو آئمہ والی دین مرتضیٰ است،

دومین سبط حبیبہ شاہ حسن المجتبیٰ است۔

علی المرتضیٰ بن ابی طالب

محسن المجتبیٰ ابن ابی طالب

امت مسلمہ کی تاریخ میں واقعہ کربلا بڑی اہمیت کا حامل ہے جب تو اسے رسول اکرم حضرت امام حسینؑ کو بے آب و گیاہ دشتِ بلا میں اولاد اور اصحاب کے ساتھ خون میں

سنلایا گیا تو کائنات میں قیامت آگئی بیدل سائیں نے امام حسینؑ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے قاتلانِ امام سے نفرین کا اظہار کیا ہے غزل کا مطلع دیکھیے:

بارید بر غم چو بہ میدانِ کربلا،

خون رنگ گشتِ ریگتِ بیابانِ کربلا۔

بیدل سائیں کے دل میں اولیاء اللہ کی محبت ہے جس کا ذکر وہ اپنے کلام میں کرتے ہیں مثلاً جناب غوث الثقلین حضرت میراں سے ان کی خاص عقیدت ہے:

بیدل سائیں ایک پڑھے لکھے عارف تھے انہیں عربی زبان پر خاصا عبور حاصل تھا اپنے فارسی کلام میں عربی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ عربی زبان سے محبت کا یہ عالم ہے کہ پہلی غزل اور آخری غزل عربی زبان میں لکھی، بیدل سائیں شاعری کے رموز و اوقاف سے بخوبی واقف تھے انہوں نے اپنے کلام کو صنایعِ لفظی سے آرا کش کیا ہے مثلاً تشبیہات، استعارات و تلمیحات کے استعمال سے کلام دلکش ہو گیا ہے دیکھیے چند اشعار:

کاش کند نظارہ این دل پارہ پارہ،

رخ چو مدہ چہار وہ بر چو ہلالِ را۔

چہ صفتی است کہ خلاق احسن التویم

رخت چو ماہِ دلت ہم چو سنگِ خارہ ی کر۔

دل چو نیلو فر از توبہ شکفت

آفتاب آمدی تعالیٰ اللہ

قبیلی خاک بہر کردی ای ہستور قدس،

حدیث غمزہ تو غوغا در آسان انداخت

پر تو از روزن خانہ مردم فی قیاد،

از جمال یوسفی وقت مرور آن جان فزا۔

عزدا کرام دنی و شرف متدلی تراست،

ورنہ چون موسیٰ ہزاران من بشنیدہ اند۔

پیر کنعان گفت یا اسغی علی یوسف ز عشق،

شیع معنی را بود پر ولتہ جان انبیاء

ملاححت لیلی دارد و صباحت یوسفی یارم،

لطافت حور بر ہم می زند گل چہرہ دلدارم

بیدل سائیں کے کلام میں صنعت تضاد کا استعمال نظر آتا ہے:

شد تجلی گہ بہ ہر سو شاہد رنگینی قبا،

یعنی آن لی رنگت باہر رنگ گشتہ رخ نما۔

بیدل شکوہ گزار از غم فرقت نگار،

بود کہ شہی کنی شکار شاہد خوش خیال را۔

چھوٹی بحر میں غزل کہنا آسان بات نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کلام میں

غزلیات بیدل

سلاست و روانی بھی موجود ہو۔ اکثر شعراء نے کمال مہارت سے چھوٹی سی بحر میں اپنا مقصد بیان کر دیا ہے۔ ایسی مثالیں اردو اور فارسی شعراء میں بہت ملتی ہیں بیدل سائیں کی ایک غزل اس کا بہترین نمونہ دکھائی دیتی ہے مطلع دیکھیے:

بس شباب آمدی تعالیٰ اللہ،

بی نقاب آمدی تعالیٰ اللہ

غزلیات بیدل

(فارسی)

(۱)

جان به لب ای صنم منتظر وصال را،
کی نگر دد به کام دل جلوه آن جمال را-

کاش کند نظاره این دل پاره پاره
رخ چه مه چهارده ابرو چو بلال را-

خال سیاه دلیرم مردم دیده دل ست،
برد طراوت لبش آب رخ ز لال را-

دور فلک شب مرایی شمع و چراغ کرد،
یا رب! گردش فلک طالع بد سگال را-

بیدل شکوه گذار از غم فرقت نگار،
بود که شی کی شکار شاید خوش خیال را-

(۱)

ساه سڪرات ۾ اِي صنم منتظر وصال جو،
ڪيئن نه ٿئي مراد ان در جي ان جي جمال جي جلوي سان

هاءِ! هو ڪري نظارو هن دل پرزا پرزا جو
منهن سندس چوڏهين چنڊ مٿل، پرون پهرين تاريخ جي چنڊ جيان

تَر ڪارو منهنجي محبوب جو، اک دل لاءِ ملم آهي
اُن جي چپن جي آلاڻ صاف ٿڌي پاڻي جيان

آسمان جي گردش منهنجي رات کي اوندھ ڪري ڇڏي
اِي رب! آسمان جي گردش نصيب دشمن جو

”بيدل“ شڪو ۾ ڇڏ، جدائي ارپيندڙ غم جو
ٿي سگهي ڪنهن رات ميلو محبوب خوش خيال جو

شد تجلی گه به پیرسو شاید رنگین قبا،
یعنی آن بی رنگ با پیر رنگ گشته رخ نما.

حسن صورت را تو مظهر جلوه معنی شتاس،
یار بی چون گشته روپوش افترین چون و چرا.

پرتو از روزن درون خانه مردم می فتاد،
از جمال یوسفی وقت مرور آن جان فزا.

آن ضیا زان آفتاب بی نشان بوده است بس،
ورنه ابر تیره خاکی را کجا باشد ضیا.

پیر کنعان گفت یا اسفی علی یوسف ز عشق،
شمع معنی را بود پروانه جان انبیاء

آن که پیر منطقش ارواح خاصان است گوش،
علمینی یا خمیرا سرزد از وی برها

بیدل این صورت طلسم کنج معنی مطلق است،
سجده او فرض دان بگذر از انکار و آیا.

تي تجلي چو طرف محبوب سهڻي لباس جي
يعني سو بي رنگ پر هر رنگ ۾ ديدار ڪرائيندڙ

سونهن صورت کي تون مظهر حقيقي جلوي جو ڄاڻ
يار بي مثل ٿيو روپوش هن چو ۽ ڇا لاءِ ۾

اولڙو گهر جي دريءَ مان ماڻهن تي پيو
يوسفي سونهن کان ويل وقت جو بـ ساھ سڌير ٿيو

سا روشني، جنهن کان سج بي نشان رهجي ويو بس
ورن ڪاري مٽي هاڻي ڪڪر کي ڪا ڏانهن اچي روشني

پير ڪنعان (يعقوب ع) چيو، هاءِ ارمان يوسف لاءِ عشق مان
حقيقت جي شمع لاءِ هجي پروانو نئين جي ساھ جو

اهو جو، ان جي ڳالهائڻ لاءِ ڪن خاصن جي روح جو آهي
علميني يا خميرا ظاهر ٿيو ان کان ڪيترا پيرا

”بيدل“ هن جا دو جي صورت، حقيقت جو عام خزانو آهي
سندس سجدو فرض ڄاڻ ڇڏ انڪار کي.

صبح شد سر زن تو ای خورشید روشن کارما،
تا گزارد برف این بستیء نا بسموارما۔

کجه کئی خود پیشه فرهاد عالی بعت است،
تیشه جهدم نباشد در خور کهسارما۔

کوه بارا پشم کردن می توانی با نظر،
لطف فرما برکن از بن کوه این پندارما۔

چون صدف لب نشنه اندر بحر می سازم شنا
کن به عالم التفات ای ابر رحمت یارما۔

مانع آب حیات قرب شد دیوار تن،
خشت خشت اندازی خضم تو این دیوارما۔

بندہ درگاه سلطانم بدین سوی ادب،
لطف شاهنشاه نیارد در نظر کردار ما۔

مشرم عشق است ورنه صوفی لامذمم،
نیست بیدل با کئی۔ وابسته کاوبارما۔

(3)

صبح ٿيو، اُڀر اي اسان جي ڪم ڪار وارا سڄ!
تهن ان برابرِي واري هستي جي برف ڳري وڃي

جي ڪري پاڻ فرهاد جو ڏندو ته اها همت جي بلندي آهي
منهنجي جدوجهد جو تيشو اسان جي جبل جو سج نه هجي.

جبل کي پشم ڪري ٿو سگهين نظر سان،
لطف فرمائي پاڙئون پئي اچل اسان جي مان وارو جبل

سڀ جيان اُچارو درياھ ۾ ٿو تران
ڪر منهنجي حال تي توجه، اي رحمت جا ڪڪر وسڻ وارا

ويجهڙائي (قرب) جي آب حيات کي روڪيندڙ بدن جي ديوار آهي
سر سر پئي اچل اي اسان جا خضر هن ديوار کي

بادشاهه جي درگاهه جو ٻانهو آهيان، هن بي ادبي سان
بادشاهه جي مهرباني جو نه آڻي نظر ۾ اسان جي ڪردار کي

منهنجو طريقو عشق آهي نه ته صوفي لا مذهب آهيان
ناهي ”بیدل“ ڪنهن سان به ڪاروبار اسان جو

جوشش عشق کجا کوشش فرزانه کجا،
قرص خورشید کجا شمع شبستانه کجا-

زابدان راجه بود نسبت با سو ختگان،
مگس دوز کجا منصب پروانه کجا-

کی شود ملا خود بین به محقق همسر،
طالب نان کجا عاشق جانانه کجا-

متکلم نشود قایل تجویز سماع،
مذهب شیخ کجا مشرب رندان کجا-

در مذهب نه بود حسن پرستی جائز،
محرم راز کجا مردم بیگانه کجا-

نشود معتقد وحدت ظاهری بینی،
فهم دراک کجا فکر دیوانه کجا-

بیدل از مدرسه قضا مطلب مسطر عشق،
حیلش عقل کجا سمع مردانه کجا-

عشق جو جوش ڪٿي، عقلمند جي ڪوشش ڪٿي
سج جي ٽڪي ڪٿي، رات واري شمع ڪٿي

زاهدن کي ڪهڙي نسبت دل سڙيلن سان
مڪ ڪميٽي ڪٿي، پرواني جو منصب ڪٿي

ڪيئن ٿئي ملاپاڻ پڏائيندڙ، محقق سان همسر
مانيءَ جو گهورائو ڪٿي، سچن جو عاشق ڪٿي.

ڳالهائيندڙ (وات هڻندڙ) نه ٿئي راڳ جي تجويز مڃيندڙ
شيخ جو مذهب ڪا ٿي، رندن جو طريقو ڪٿي

مذهب ۾ نااهي حسن پرستي جائز
راز دار ڪٿي ته ڌاريو ڪٿي

نه ٿئي وحدت جو معتقد ظاهر ڏسندڙ
فهم ادراڪ ڪٿي، ديواني جو فڪر ڪٿي.

”بيدل“ فقہ وارن جي مدرسي مان مسئلا نه پڇ
عقل جو حيلو ڪٿي همت مردن جي ڪٿي.

جز ذات حق ندانی پنهان و آشکارا،
در سر لباس بینی آن شاه کبریا را-

رمز اخذ یک منک از مهر کفر و دین ست،
میدان وجود واحد مشرک مشو خدایا-

رندان بی سروها سر همه بگویند،
در وحدت وجودی کم کرده تو و مارا-

متکلمی نفهمد سر رموز صوفی،
زان منکدر شمارد آن منبع صفایا-

نو شد اگر قیقه جامی ز میکرده عشق،
رندانه فاش گوید سر اقا اتارا-

مشرّب محققان سلف و خلف همین است،
مقتی به دست مسئله وحدت وجود یارا-

پیدل طریق وحدت شهراء انبیاء است،
بفشار اندرین ره منصور وار یارا-

ذات حق کان سواءِ نہ چائين ڳجهو توڙي ظاهر
هر لباس ۾ ڏسي ڇڏن ان ذات ڪبريا کي

رمز اعوذ بڪ منڪ (پناهه ٿو گهران توسان) ڪفر ۽ دين لڪ آ
واحد جو وجود ڄاڻ مشرڪ نه ٿي خدا لڳ

مظهر ۾ پسائي، انڪار پنهنجي وحدت جو
پردي ۾ ڳائي نغما خدا وارا

بي خبر رند، سارو ڳجهو چئي ڇڏن
وحدت وجود ۾ گم ڪري ڇڏيائون توکي اسان کي

متڪلم (فقيه) نه سمجهي صوفي جي رمزن جو راز
نه ميو ٿو سمجهي ان صاف چشمي کي،

جيڪڏهن فقيه عشق جي ميڪڊي مان جام پئي
رندن وانگر کليل چوي انا وارو راز

اڳين توڙي پوين محققن جو طريقو هي آهي
مفتي وحدت وجود واري مسئلي سان هٿ ڳنڍيو آهي

”بیدل“ وحدت واري واٽ نبين جو رستو آهي
گڏجي وڃ هن واٽ ۾ منصور وانگر

الهی نو بهار حسن باز آور به باغ ما،
معطر کن بدان گلآسته معنی دماغ ما۔

شبستانم جدا زان جلوه ظلمت خانه جسم است،
بیغروز از فروغ شمع روحانی چراغ ما۔

شراب بی خودی می خوابم ای ساقی لبالب کن،
ز صہبای نگاه مستی انگیزش ایام ما۔

به جوش آور چنان دیگ دلم از التهاب وجد،
که یک رنگی پزیر دحالتی شغل و فراغ ما۔

مرا بیدل از دارین ذوق عشق خوابان است،
نمک پرورده حسن و ملاحظت ساز داغ ما۔

(6)

الاهي! حسن جو نئون بهار اسان جي باغ ۾ آڻ
خوشبو واسيل ڪر ان حقيقت جي گلدستي سان اسان جي دماغ کي

منهنجو رات ويٺو جسم جي اوندھ وارن جلون کان ڌار آهي
روشن ڪر! روحاني شمع مان اسان جو ڏيئو

بي خودي وارو شراب ٿو گهران، اي ساقِي پري ڏي
مستي اُڀاريندڙ نگاهه جي شراب مان اسان جو جام

جوش ۾ آڻ (پڙڪاءُ) دل جي ديڳ کي وجد جي باهه سان
جو هڪ رنگي (هڪ ڪراڻي) قبولي اسان جي مشغولي ۽
واندڪاڻي حالت

”بيدل“ مونکي ٻنهي جهانن ۾ سهڻن جي عشق جو ذوق آهي
جو سونهن سواد جي نيمڪ تي پليل اسان جو زخم آهي.

(۷)

ما پاک شسته ایم ورق قیل و قال را،
برسوخ دل رقم زده ام حرف حال را-

ما محو ذات گشته و از خویش بی خبر،
یک سو نهاده ایم جواب و سوال را-

آسوده ام به خواب عدم با و بی خودی،
بگذار مست خفته عشرت خیال را-

پندار جز مکالمه باری نیآورد،
برکنده ام ز باغ دل این بدنهای را-

بیدل کجا و کن و مکن فاضلان کجا،
فکر قناست ماچه و جنگ و جدال را-

(7)

اسان صاف ڏوٺي ڇڏيو بحث جي ورق کي
دل جي ڦرهي تي لکي رکيو حرف حال کي

اسان ذات ۾ محو ٿي وياسين ۽ پاڻ کان به بي خبر
هڪ ڪنڊ تي رکيوسين جواب ۽ سوال کي

سُڪ سان عدم جي ننڊ ۾ آهيون ۽ بي خودي ۾
ڇڏ ان کي جيڪو عياشي جي خيال کان ستل آهي

پاڻ پائنٺ، وڌائي کان سوا ٻيو ڪو فائدو نه آئي
اسان دل جي باغ مان هن بچڙي ٻوٽي کي پٽي اُڇلي ڇڏيو

”بيدل“ ڪاٿي ڪر ۽ نه ڪر جي ڳالهه، ۽ فاضل ڪٿي
فنا جو فڪر آهي، ڪنهن جهيڙي جهڻي سان اسان جو ڇا وڃي.

(۸)

مایه عرفان تولا حیدرست،
عارفان را ذات پاکش رهبراست.

ساق کوشر سمو باشد ولی،
آنجی می بخشد ز کوشر خوشتراست.

از حفیض قرش جان از لطف او،
جای گیر ز روه عرش انوراست.

برکه جام وحدت از دستش بخورد،
فارغ از فکر بهشت و کوشر است.

برکه بنهد پا به راه جعفری،
صد خوارق عادت از وی صادر است.

شیعه دنیا به بیانی ولی،
شیعه مولا به عالم نا دراست.

بیدل اندر عاشقی مردانه باش،
نرد بان عرش حب صفدر است.

عرفان (ساجاه) جو سرمايو دوستي حيدر جي آهي
عارفن ۽ سندس ذات پاڪ رهبر آهي

ڪوثر جو ساقي به اهو بڻجي دوست به
جيڪي بخشي ٿو سو ڪوثر کان ڀلو آهي

ساه جي فرش جي هيٺاهين، ان جي مهرباني سان
عرش انور جي مٿاهين تائين جاءِ ورتي

جنهن به سندس هٿان جام وحدت جو پيئو
سو بهشت ۽ ڪوثر جي فڪر کان بي پرواه رهيو

جنهن به راه جعفري ۾ پير پاتو
ڪيئي معجزا کانس ڏس ظاهر ٿيا

دنيا جا شيڪا گهڻا ڏسندين پر
مولا جو شيعو ڪو ڪو آهي

بيدل عاشقي ۾ مڙس جيان هُج
عرش جي ڏاڪڻ صندر جي محبت آهي

اولین ده دو آنکه والی دین مرتضیٰ است،
دومین سبط پیر شاه حسن المجتبیٰ است۔

سومین حامل بلاها و محسن حضرت حسین،
چهارمین صدر امامت شه علی زین العبا است۔

آن امام پنجمین بر حق محمد باقر است،
جعفر صادق به ملت حق امام مہتداست۔

موسیٰ طور کرامت ثمین کاظم لقب،
ہشتمین ہم نام شیر حق ملقب با رضا ست۔

آن نهم حضرت تقی یعنی محمد نامدار،
دہم شد شاه قہی یعنی علی صاحب علاست۔

یاز دہم آمد حسن سلطان دین عسکری،
دو از دہم آمد محمد مہدی کو رہنماست۔

شاعران گویند مدح خسروان دہر خویش،
بیدل از صدق و صفا مداح آل مصطفیٰ ست۔

ٻارهن امامن جو پهريون دين جو والي مرتضيٰ آهي
 ٻيو آل پيغمبر شاه حسن مجتبيٰ آهي

ٽيون مصيبتون سر تي ڪٽندڙ محسن حضرت حسين
 چوٿون امامت جو اڳواڻ شاه زين العابدين آهي

سو پنجون امام برحق محمد باقر آهي
 جعفر صادق ملت لاءِ حق جو امام ۽ اڳواڻ آهي

موسيٰ قيمي عزت جو طريقو كاظم آهي
 انون شير حق جو نالي پائي رضا آهي

نائون حضرت تقى يعني محمد ناميارو
 ڏهون شاه نقى يعني بلندين جو صاحب آهي

يارهون ٿيو حسن عسڪري دين جو بادشاهه
 ٻارهون آيو محمد مهدي جيڪو رهنما آهي

شاعر پنهنجي زماني جي بادشاهن لاءِ ڳائڻ
 ”بديل“ سچائي ۽ صفائي سان آل مصطفيٰ جو مداحي آهي

در علم راز رسم جواب و سوال نیست،
خوش گفته شد که حال معبر بقال نیست.

از اختلاط روح و بدن فکر زاده شد،
جز این لطیفه وصف وجود خیال نیست.

در رنگ با مشاهده بی رنگ می کند،
عارف فدای زلف و رخ و خط و خال نیست.

باشد سماع تقویت حال صوفیان،
این فعل خود اگرچه به مذهب حلال نیست.

محو جمال مطلق ز آسیب مرگ است،
تأثیر عشق کثر از آب زلال نیست.

تسلیم پیشه باش تو بیدل بهر کمی،
درویش را به خلق نزاع و جدال نیست.

علم لاءِ جواب ۽ سوال جو راز ۽ رسم ناهي

پلي ڳالهه چئي، جو تعبير ڪندڙ حال سبزي فروش وارو ناهي

روح ۽ بدن جي ميلاپ سان هڪ فڪر پيدا ٿيو (جڙيو)

هن چرچي کان سواءِ خيال جي وجود جي وصف ناهي

رنگن ۾ مشاهدو، بي رنگ ٿو ڪري

عارف زلف ۽ رخ (منهن مهاندي) خط خال تي فدا ناهي

سماع (راڳ ٻڌڻ) صوفين جي حال جي سگهه بڻجي ٿو

پنهنجي جاءِ تي هي ڪم توڙي مذهب ۾ حلال ناهي

اڻ ڪٽ سونهن ۾ محو ٿيڻ موت جو صدمو آهي

عشق جو اثر مٺي پاڻي کان گهٽ ناهي

مڃيندڙ هج تون بيدل هر ڪنهن سان

درويش کي ماڻهن سان ڪو جهيڙو جهڻو ڪونهي

(II)

ای که خورشید جهان تاب ز نورت تابی است،
بل ز عکس رخ تو عرش تجلی یابی است.

هر که می خورد ز پنهان حضور تو شی،
تادم صبح قیامت به مبارک خوابی است.

نور رخسار تو از دور تماشا کردم،
در شب تیره یقین شد که شب مهتابی است.

جلوه حسن تو شد قبله ارباب نظر،
اهل دل رانم ابروی تو وه بحرایی است.

چو کتان است دل بیدل از شوق تو چاک،
تا هنوز آن رخ ماه نو در جلبابی است.

جهان روشن ڪندڙ سج، تنهنجي نور مان روشن آهي
 بلڪ تنهنجي رُخ جي عڪس مان عرش به تجلي پاتي آهي

جنهن تنهنجي حضور ۾ پيالو پيتو ڪنهن رات
 قيامت جي صبح گهڙي تائين مبارڪ نند ۾ آهي

تنهنجي گل جي نور جو پري کان ديدار ڪيم
 پاڻ اوندھ رات ۾ يقين ٿيو ته چوڏهين چاندوڪي آهي

تنهنجي حسن جو جلوو اهل نظر جو قبليو ٿيو
 دل وارن لاءِ تنهنجي پروڻن جو ونگ، واه محراب جهڙو آهي

مفل جي ڪپڙي وانگر دل آهي، بيدل جي، تنهنجي شوق ۾ ٽڪرا
 اڃان تائين نئين چنڊ جو چهرو چادر ۾ ويڙهيل آهي

ز عشق ورزی مقصود خود فراموشی است،
که خلعتش به عروش قائم آغوشی است.

به جز عدم شهید کس قدم به محفل راز،
که فتح باب لقا و وصال مدهوشی است.

رموز وحدت برآورد بود ز فهم عوام،
زان شعار حقیقت شناس خاموشی است.

نشان صوفی صافی بود تصرف بس،
نه محض هر ریا خرقه و کلاه پوشی است.

محققانه بزن نعره من خدا بیدل،
مشو مقلد تقلید در دغا کوشی است.

(12)

عشق قبولڻ جو مقصد پاڻ وٽس آهي
جوان جو وڳو فنا جي ڪنوار سان موت جو پاڪر آهي

عدم کان سواءِ نرڪي ڪوبه قدم راز جي محفل ۾
ملاقات يا وصل جو در ڪلڻ به مدهوشي آهي

وحدت جون رمزون، عوام جي سمجهه کان مٿي آهن
هن حقيقت کي ڄاڻڻ جو طريقو ماڻ آهي

صاف صوفي جي نشاني هجي، ڪرامت بس
نرڳو يا خاطر ڳالهائڻ يا ڳوڏڙي پائڻ آهي

پوري تحقيق سان نعرو هڻ، پنهنجي خدا جو ”بیدل“
نٿي ٻئي جي پيروي ڪندڙ، اها دعا جي ڪوشش آهي

(۱۳)

چه غفلت است که حسن تو در جهان انداخت،
که دور چشم تو صد فتنه در زمان انداخت.

نزد جمال تو تنها ره عالم اجسام،
کرشمه تو چه ولوله به ملک جان انداخت.

ظهور ذات منزّه بهر کجا شکلا،
شکوه والا در بزم صوفیان انداخت.

قبای خاک بهر کردی ای صنوبر قدس،
حدیث غمزه تو غوغا در آسمان انداخت.

عروج بیدل بودی ز عرش بالاتر،
خیال صورتش از اوج لامکان انداخت.

(13)

ڇا هل آهي جو حسن تنهنجي جهان ۾ وڌو
تنهنجي اک جي آڻي سؤفتنا زماني ۾ آندا

تنهنجي سونهن اڪيلي واٽ جسمن جي واٽ جي
تنهنجي ڪرشمي عجب ولولو ساھ جي ملڪ ۾ وجهي ڇڏيو

تنهنجي پاڪ ذات جو ظهور جٽ ڪٽ ظاهر آهي
رعب مگر صوفين جي بزم ۾ آندو

مئيءَ جو پهريان ڀاتو اٿئي اي صنوبر قد
تنهنجي ناز جي ڳالهه آسمان تي به ڌمڪر مچائي ڇڏيو

”بیدل“ جو عروج هجي ها، عرش کان به مٿي
ان جي صورت جي خيال لامڪان اچي ڇڏيو

اگر چه مشرق و مغرب پراز گناه من است،
توسل شه جیلان عذر خواہ من است۔

بود کہ جیشہ مارا کنند نورانی،
جناب غوث الظلین سجده گاہ من است۔

به قیہ کثرت سرگشته مانده ایم لیکن،
جہال حضرت میران دل و راه من است۔

ز شرهستی دور افکن از نعم وصال
حرم درگاہ شاهی پناه من است

شہنشاہ سرمہ خاک آستان تو باد،
کہ خاک عجبہ عالی کلاه جاہ من است۔

رفیق بارہ کم کردگان خدا را باش،
کہ بی رفاقت تو راه عین چاہ من است۔

غمانی چہرہ شب تار بیدل آر بہ روز،
کہ بہر تو رخ تو نور صبحگاہ من است۔

توڙي جو اوڀر ۽ اولهه منهنجي گناهه کان ڀريل آهي
وسيلا شاھ جيلان جو مون لاءِ معافي گهرندڙ آهي

لائق آهي ته اسان جي پيشاني کي نوراني ڪن
غوث تقين جي درٻار منهنجي سجدي جو هنڌ آهي

بريت ۾ گهڻو ئي رليا ۽ ٽڪيا آهيون
حضرت ميران جي سونهن منهنجي دل جي وات آهي

هستي (هجن جي) شر جي ڪري وصل جي نعمت کان پري ستنجي وياسين
شهناشاه جي درٻار جو ڪوٽ مون لاءِ پناهه گاهه آهي

اي شهناشاه! تنهنجي آستان جي مٽي سرمو بڻجي
درٻار عالي جي مٽي منهنجي عزت جي ٽوپي آهي

ساڻي وات وڃائيندڙن جو هج خدا را
جو تنهنجي ساٿ بنا وات ڪوهه جو وڃ آهي

رات اوندهه کي چهرو پساء ”بیدل“ لاءِ ڏينهن آڻ
جو تنهنجي رخ جو اولڙو منهنجي صبح گهڙي جو نور آهي

(۱۵)

هر کرا در کوچه دلار را می دهند،
ره به سوی دولت و اقبال و جایی می دهند.

امره القیس است دادیم جرعه نوش از جام عشق،
کین نصیبی را نه با هر بادشاهی می دهند.

با خودی از سر وحدت کس نگشته مطلع،
هر که بی سر گردد او را این کلابی می دهند.

مشرّب توحید بیدل راه عرفان است و بس،
سالکان زین سر ما را انتهای می دهند.

(15)

جنهن کي به دلدار جي جوڻهه ۾ واٽ ڏين ٿا
واٽ سا دولت، عزت طرف ڏين ٿا

امراء القيس آهي، ان کي به عشق جي جام مان ڏک ڏنوسين
ههڙو نصيب ته ڪنهن به بادشاهه کي به نه ٿا ڏين

خودي هوندي وحدت جي راز کان ڪوبه واقف نه ٿو ٿئي
جيڪو بنا سر جي گهمي ان کي هي ٿوپي ٿا ڏين

جيڪو به ان سان خلوت (تنهائي) رکي، احديت جي شمع روشن رکي
ان جي دل کي سج ۽ چنڊ کان به فارغ ٿا ڪن

”بيدل“ جي توحيد وارو طريقو، عرفان جي ئي واٽ آهي
سالڪ اسان جي هن راز کي وڏو مان ٿا ڏين.

(۱۶)

چون خوبان تیر غمره راکشایند،
به خون عارفان بازی نمایند.

به رقص آرند جان بارها به جبروت،
شی گر نغمه دلکش سرایند.

به باسوت از کرشمه شان فتد شور،
به عشو و ناز گر در جلوه آیند.

به ترک و ناز تر کانه به یک بار،
دل مجموع عالمیان ربایند.

لطیف ناز نینان اند بیدل
ولیکن تاقیامت بی وفایند.

جڏهن سهڻا ناز جا تير ٿا ڪولن
تو عارفن جي رت سان راند ٿا ڪن

رقص ۾ آڻڻ ساھ پساھ کي جلال سان
ڪنهن رات جيڪڏهن ڪو دل پسند گيت ڳائڻ

لامڪان ۾ انهن جي ڪرشمي سان گوڙ پئجي ويو
ناز نخري سان جيڪڏهن جلوي ۾ اچن

تُرڪ لشڪر وانگر هڪ پيرو
پوري جهان جي دل ڦري وڃن ٿا

نازڪ نازنين آهن ”بیدل“
مگر قيامت تائين بي وفا آهن

گل آب شد چو جمال ترا نظاره ی کرد
 سمن قبای خود از شوق پاره پاره ی کرد

چه صفی است که خلاق احسن التقویم،
 رخت چوماء دلت بم چو سنگ خاره ی کرد-

برفتی ای مه تاب ازکنار من بیرون،
 فرخ ز خاطر غمدیده ام کناره ی کرد-

به غمزه چشم مرا تیغ ابرو انت خست،
 مگر که نرگس مستش بدین اشاره ی کرد-

زهی شرف که رخ یار وا اشک بیدل زار،
 کسادی اندر کاری مه و ستاره ی کرد-

(17)

گل پاڻي پاڻي ٿي ويو، جڏهن تنهنجي سونهن جو نظارو ڪيو
شوق منجهان گل پنهنجو پهريان ٽڪرا ٽڪرا ڪري ڇڏيو

ڇا صفت آهي جو خالقيند سهڻي انداز
تنهنجو رُخ تنهنجي دل جي چنڊ وانگر سخت پٿر ڪري ڇڏيو

وئين ٺڪري اي چنڊ جهڙا منهنجي پاڪر مان
غمگين جي دل کان فرحت به پاسو ڪري وئي

اک جي ناز سان مونکي تنهنجي ڀرونءَ جي تلوار ڦٽيو
شايد مست اکين اهڙو اشارو ڪيو

وهو شرف جو چهرو يار جو ڳوڙها بيدل جا
منهنجي ڪمر ۾ گهاٽو (نقصان) منهنجي ستاري ڪيو

سرمنه مازاغ در چشمت ازان بکشیده اند،
کزیمه بهر عیان دیدن ترا بگزیده اند.

برقد چون سرو تو ای طوبی باغ بهشت،
جامنه لولاک را روز ازل بریده اند.

عزرو اکرام دئی و شرف مقصدی تراست،
ورنه چون موسی هزاران من ترا بشفیده اند.

منبع نور الهی ذات پاک تست و پس
زان سبب روشن دلاں مهر ترا بگزیده اند.

مرجع ارباب معنی نیست جز درگاه تو،
عرشیان هر شرف برخاک تو غلطیده اند.

انبیاء و اولیاء سر خوش ز بوی آن گل اند،
لیک چون تو از ریاض سر گل کم چیده اند.

بیدل از لطف عنایت داد امیدی که او،
بار یابد در کسانی کان جمالت دیده اند.

”ماڙاغ“ جو سرمو توکي ان ڪري پارايو
تظاهر کي ڏسڻ تنهنجو قبوليو اٿن.

تنهنجي سرو (سڌي) قد تي اي بهشتي وڻ جا باغ
لولاڪ جو وڻ ازل جي ڏينهن ڪٿي ڇڏيو اٿن

دنيا جي عزت اڪرام ۽ مانُ زور گهٽ آهي
نڌ موسيٰ وانگر هزارن مونکي توکي ٻڌو آهي

نور الاهي جو سرچشمو تنهنجي ذات پاڪ آهي ۽ بس
ان سبب روشن دلين توکي قرب جي حوالي ڪيو آهي

حقيقت وارن لاءِ ماڳ تنهنجي درگاه کان سواءِ ڪونهي
عرش وارا به عزت ڏيڻ لاءِ مٽيءَ ۾ لپڻيا آهن

نبي ۽ ولي ڪافي خوش ان گل جي ٻوٽ کان آهن
پر تون وانگر باغ مان گل ٿورن چونڊيا آهن

”بيدل کي تنهنجي عام لطف اميد بخشي، نڌ
ماڻهن وٽ حاضر ٿجي، جن تنهنجو جمال پسو آهي

چو بعد خواندگان آگاهی از سرت نبود،
ز علم بهره ترا جز مکابرت نبود.

ز رند ے کش این نکته گوش کن واعظ،
که گر به مجلس ما پا نهی سرت نبود.

اگر ظاهرت آراست علم دین لیکن،
بدون عشق درون منورت نبود.

مقلدانه عمل می کنی به قول سلف
ولیک شاید تحقیق در برت نبود.

شدی به حل دقائق امام فقه ولی،
رموز کشف حقایق میسرت نبود.

به سوی پرده خلوت سرای ما اوجی،
بغیر جذبش وجدان رهبرت نبود.

چو بیدل از به گدایان عشق آمیزی،
به شاه حسن که پروای افسرت نبود.

جاڻ پڙهڻ (ڄاڻڻ) کان پوءِ تنهنجو سرو نه هوندو
علم منجهان حصو وڌائي کان سواءِ نه هوندو

مي پياڪ رند کان هي نڪتو ٻڌ واعظ
جيڪڏهن اسان جي مجلس ۾ اچين ته تنهنجو سر نه هوندو

جيڪڏهن ظاهر علم سان سينگاريو، پر
عشق بنا تنهنجو اندر روشن نه ٿيندو

پوئلڳي وارو ڪم ڪرين ٿو اڳين جي ڳالهه تي
پر تو وٽ پڪ سان تحقيق نه هوندي

ذڪين مسئلن کي حل ڪرڻ ۾ فقه جو امام بڻجي وئين، پر
حقيقت جو ظاهر ٿيڻ توکي حاصل نه ٿيو

”بيدل“ جهڙن فقيرن وٽان عشق سک
جو حسن جي بادشاهه کي افسري جي ضرورت ناهي

چون نعمته بصوت ناگه به غلغل آمد،
هر جزو جزو عالم آئینه کل آمد-

زد خیمه حسن بی چون در عرصه شهادت،
هم ساقی است و می کشم ساغر و مل آمد-

به خیال خود قیای ناز و نیاز پوشید
مجنون است در میان لیلی به عمل آمد

به مشبهان مشبه و مژهان مژه،
پروانه است شمع و گل به هر بلبل آمد-

نمود خروشان را از هرچه هست پیدا،
به حقیقت و مجازی تحمل و مفصل آمد-

که بحر ذات گشته گوید عیان اقالق،
کابی ز بحر معنی قانع به ساحل آمد-

از علم سوی عینت فکر فنا کشد زود،
نابودن تو بیدل خود حل مشکل آمد-

جڏهن هستي جو نغمو اوچتو شور ۾ آيو
هر جُز جهان جو جُز آئينو ڪل جو آيو

بي مثال حسن خيما ڪوڙيا، شهادت جي ميدان ۾
ساقِي ٻه آ، ميڪش ٻه آ، جامر وصل جو ٻه آيو

پنهنجي ليکي ناز ۽ نياز جو پهريان پهريو
مجنون آهي برپت ۾ ليليٰ آهي عمل ۾

تشبيه وارن ۾ تشبيه وارو، پاڪن ۾ پاڪ
پروانو آهي شمع جو گل آهي بلبل جو

هُن پاڻ پسايو، جيڪي ظاهر ٿي آيو
حقيقت ۽ مجاز ۾ مختصر ٻه آيو ته تفصيل سان ٻه آيو

ڪڏهن ذات ۾ مَحُو ٿي ڪلم ڪلا چوي انا الحق
ڪڏهن وري حقيقت خاطر ڪناري تي آرامي آهي

اوکو علم تنهنجي جند جو، فنا جو فڪر ختم ڪري ڇڏيو
نابود (نهجڻ) جو نون اي ”بیدل“ خود مشڪل جو حل آهي

غم نرفت از دل حیران من اندر همه عمر،
به نشد حال پریشان من اندر همه عمر.

تادم بردی روی تو ندیدم ستم سیر،
دست دل مانند به دامان من اندر همه عمر.

لعل تو مثل مسیحا است ولی هیچ گاه،
نشد باعث درمان من اندر همه عمر.

این قدر نیست نصیبی ز وصال تو مرا،
که شوی یک شب بمان من اندر همه عمر.

گلا از قسمت کردن نسزد ای است ولی،
یک دم آسوده نشد جان من اندر همه عمر.

چهره برگ و نواغیش ندیده است دمی،
این دلی بی سروسامان من اندر همه عمر.

ساعتی آب نزد ابرو وصالش "بیدل"
برسر آتش حرمان من اندر همه عمر.

غم نہ ويو منهنجي حيران دل کان سموري ڄمار
ٺيڪ نہ ٿيو پریشان حال منهنجو سموري ڄمار

جڏهن کان دل کسيئي، تنهنجو منهن نہ پسيم اي ظلم جا هيراڪ
منهنجي دل جو هٿ منهنجي دامن ۾ رهيو سموري ڄمار

چپ تنهنجا مسيحا آهن، پر ڪڏهن
منهنجي درمان جو وسيلو نہ بڻيا سموري ڄمار

هن قدر ناهي نصيب تنهنجو منهنجو ملڻ
جو ٿئين هڪ رات منهنجو مهمان سموري ڄمار

پن ۽ سُرجي چھري هڪ گھڙي بہ آرام نہ ڏنو
هن منهنجي دل بي سرو سامان (نڌڻڪي) سموري ڄمار

ڪا گھڙي پاڻي (چنبو) نہ هنيو، ان جي ميلاپ جي پرون اي بيدل
منهنجي بدنصیبي جي باهه تي سموري ڄمار

عمری گذشت عقده نکشود حیف حیف،
 سرمایه رفت از کف بی سود حیف حیف.

لاف و گزاف سرزده از حال و ز مقام،
 شاهد شهود چهره نمود حیف حیف.

آن ذات واحدی که حقیقت حقایق است،
 در هر صفت نگشته مشهود حیف حیف.

از احوالی نمی گذرد نفسک دوبین،
 به آن که نیست جز حق موجود حیف حیف.

در قلمزم فنائی یقینی حباب و هم،
 بهرم نخورده ناشده نابود حیف حیف.

باری نشافت در دل تاریک پرتویی،
 زان آفتاب مکرمت وجود حیف حیف.

"بیدل" شدی تو سجده گن قبله هوا،
 املاک را تو بودی مسجود حیف حیف.

هڪ عمر گذري؛ ڳنڍ نه کلي، مسئلو حل نه ٿيو حيف
 سرمايو هليو ويو بي فائدو هت مان حيف

ڌار ٻڌاڪ هنڌي حال ۽ ماڳ کان
 دلبر منهن نه پسايو حيف

سا ذات وحدت واري جيڪا سچي حقيقت آهي
 هر صفت ۾ نه ٿيو حاضر حيف

ٿيڊاڻپ جي ڪري نه ٿو گذري نفسرو، به ڏسندڙ
 اهو نه ناهي حق کان سواءِ موجود حيف

فنا جي سمنڊ ۾ وهم جي ڦوٽي (پاڻي جي ڦوٽي) جو يقين
 ميوو نه کاڌو نه ٿيو نابود حيف

ڪنهن پيري نه چمڪيو اوندا هي دل ۾ اولڙو
 ان عزت پرڻي سچ کان حيف

”بیدل“ ٿئين تو سجدو ڪندڙ خواهشن جي قبلي جو
 ملڪيت لاءِ تون هجين سجدو ڪندڙ حيف آ

گل عیش را به کام نچیدیم حیف حیف،
در باغ وصل تو نچیدیم حیف حیف.

در چار سوئی عشق متاع وصال تو،
با نقد جان و دل نخریدیم حیف حیف.

در مشهد جمال تو ای بدر چون کتان،
پیرایمن خودی ندریدیم حیف حیف.

در قیل و قال عقل سرآمد تمام عمر،
عشق بتان به جان نگزیدیم حیف حیف.

زان باده ای که بستی مجنون باد داد،
یک جرعه تاکنون نچشیدیم حیف حیف.

ایام در صوامع تن معتکف شدیم،
میخانه جان به چشم ندیدیم حیف حیف.

حلاج ساز می کده وحدت الوجود،
بیدل پیاله ای نکشیدیم حیف حیف.

حياتي جو گل مراد سان نه چونديو سين حيف آ
وصل جي باغ نه گهمياسين حيف آ

چو طرف عشق تنهنجي ملاقات جو سامان
ساه ۽ دل جي عيوض نه خريديوسين حيف آ

تنهنجي سونهن جي حاضر هئڻ اي چوڏهين چنڊ، سنهڙي ڪپڙي جيان
خودي جو پهريان نه ڦاڙيوسين حيف آ

عقل جي بحث ۾ گذري وئي سموري عمر
سهڻن جو عشق ساه سان نه قبوليوسين حيف آ

ان شراب کان، جنهن مجنون کي اڏام ڏني
هڪ ڍڪ اڃان تائين نه چڪيو آهي حيف آ

ڪي ڏينهن بدن جي عبادت گاهن ۾ اعتڪاف ۾ ويٺاسين
ساه جو ميخانو اکئين نه پسيوسين حيف آ

حلاج جو ڀنڊڙ وحدت الوجود جو ميڪڊو
”بیدل“ هڪ پيالو نه پريوسين حيف آ

بی راه معنوی ز تو گردید منسلک،
حسن و ملاححت تو بود غیر مشترک.

لطف تو داد عالم جان را لطافتی،
عکس جمال تست اگر حور و ر ملک.

مصباح قدس یافت منور درون خویش،
از پرتو شهود تو فانوس نه فلک.

از زر و عرش تا به حفیض ثری یقین،
حکم تو نافذ است چه جای سها سمک.

خود را غمود یار به شکل تو آشکار،
زا من رانی است سر انداز و هم و شک.

توحید مابدون تولا جناب تو،
ای اولین ظهور طعامی است بی نمک.

بیدل وجود وحدت را خاصه اندعین،
و آن عین را ظهور حبیب است مرد مک.

اي حقيقت واري واٽ توسان لاڳاپيل
سونهن ۽ نازڪي تنهنجي هجي نجي (خالص)

تنهنجي لطف ڏٺو ساھ جي جھان کي مھر
تنهنجي سونھن جو عڪس توڙي حور توڙي ملائڪ

پاڪ ڏيئي (چراغ) پاتي پاڻ ۾ نورانيت
تنهنجي شھود (موجود هجڻ) جو اولڙو نون آسمانن لاءِ فانوس آ

عرش جي بلندين کان، ڌرتي جي هيٺاهين تائين يقين سان
حڪم تنهنجو هلندڙ آهي ڇا ڇا مٿاهين هيٺاهين کي

پاڻ کي ڏيکاريو يار تنهنجي شڪل ۾ ظاهر
ان ڪري من راني (جنهن ڏٺو مونکي) آڏو سر نوايو وهم ۽ شڪ

توحيد تو جناب جي دوستي کان سواءِ
پھريون ظاھر ٿيڻ آھي کاڌو آھي لوڻ بنا

”بیدل“ وحدت جي وجود لاءِ خاص آهن ذات جا
ان ذات لاءِ ظاھر ٿيڻ تمام پيارو آھي ماڻھن لاءِ

(۲۵)

خبرده که آن سراپا ناز،
در سر از عاشقان چه داشت خیال-

ما که سر باختیم در ره عشق،
وز لکد کوب غم شدم پامال-

بار یابم یابیم بار،
در سر پرده حرم وصال-

جان به لب مانده ام مدتهاست،
منتظر دیدن جمال کمال-

نحن اقرب الیه می گویند،
گرز مصحف می کشایم فال-

عرض کن چون بدان جناب رسی،
حال بیدل چنان که دیدی حال-

(25)

ڪا خبر ڏي جو اُن سراپا ناز
عاشقن جي سربابت ڇا رکيو خيال

اسان ته سر گهوري ڇڏيو عشق جي واٽ ۾
۽ غم جي ستن کان ٿياسين پامال

ڪڏهن لهون ۽ نه لهون ڪڏهن
پردي جي اندران وصال جي ڪوٽ ۾

ساه چپن تي رهياسين ڪن مدتن کان
ڪمال واري سونهن پسڻ جي اوسيئڙي ۾

نحن اقربُ اليهَ ٿا چون
پل ته قرآن مان اسين وٺون ٿا فال

عرض ڪجانءِ جڏهن ان درگاه ۾ پهچين
حال بيدل جو سو جيئن ڏٺو تو حال

ملاحظت لیلن دارد و صباحت یوسفی یارم،
لطافت حور بر بزم می زند گل چهره دلهارم-

مرا آن غمزه چشم نیم خواب از خود برون برده،
چه صحر این است که یامامی کند معشوق عیارم-

اگر ریزن نگشتی دانه خاکش گرفتی جا،
فرار آشیان عرش این مرغ گرفتارم-

صبا از من نیاز بیکران معروض دار امشب
به مهروی که باقوس ابروی کرده است اشکارم-

پس از آداب گو که ای قبله جان با جبال تو،
تفقد ساز حال ما که در بجزر تو بس زارم-

توی نازک تراز گل برگ و برج لطف را اختر،
بود کز پرتو رویت شود روشن شب تارم-

شراب بی خودی نوشم ز جام نرگش بیدل
مبادا فتنه بستی کند زین خواب بیدارم-

ڪشش (سانور اڻپ) ليلي واري رکي، سونهن يوسف واري سان پار منهنجو
نرمي حور واري هيٺ مٿي ڇڏي گل جهري دلدار منهنجو.

مونکي ننڊاڪڙين اکين جي ناز سان حال مان ڪڍي ڇڏيو.
ڪهڙو جادو آهي جو مام ڪري معشوق منهنجو هوشيار آهي

جيڪڏهن ڌاڙيل نه هجي ها ته سندس مٿي جو دائو جاءِ والاري ها
ان پکي جي عرش کان بلند آشياني (آڪيري) ۾ گرفتار آهيان

صبا! منهنجي طرفان گهڻا نياز رک اڃ رات
سندس مهر جي ڪري پُرن جي انڊالت ڪيو، شڪار مونکي

ادبن عرض ڪرڻ کانپوءِ چٽو اي ساهن جا قبلا، تنهنجي سونهن
گم ڪري ڇڏيو اسان جي حال کي، تنهنجي جدائي ۾ ڪافي هيٺو آهيان

تون نازڪ زور آهين! گل جي پن کان، تنهنجي لطف ڀرئي ستاري جو بُرج
ٿئي سو تنهنجي منهنجي اولڙي کان روشن ڪاري رات منهنجي

بي خودي جو شراب پيان مان، مست اکين جي جام مان ”بيدل“
من هستي جو هٿن ڪري سجاڳ هن ننڊ مان مونکي

تاتو باشی به دوست هم خانم،
باشی از هرچه بست بی گانم.

کار بی اجر نیست در ره عشق،
قدمی نه و لیک مردانم.

تاتوی مایل مایل سایل فقم،
کی کنی فهم رمز زندانم.

از قیاسات عقل بیزار شو،
از من عشق باش مستانم.

صحبّت عاشقان گزین ورنم،
خلوت به ز انس فرزانه.

گر ترا ذوق بی خودی باید،
رو نه از مسجد به می خانم.

بیدل اندر طریق صدق نیاز،
جان فدا کن سرا ی چاقانم.

جيستائين هجين دوست سان پاڙيسري
هجين هر شيءِ کان ڌار

ڪو ڪم، اجايو ناهي عشق جي واٽ ۾
وڪ ڪڻ مگر مڙسن واري

جيستائين تنهنجو لاڙو فقه جي مسئلن ڏانهن آهي
ڪيئن سمجهي سگهندين رمز رندن جي

عقلي جي اٽڪلن کان بيزار ٿي
عشق جي شراب کان هج مستانو

صحبَت عاشقن جي قبول ڪر، ورنه
اڪيلاڻپ پلي آهي عقلمند انسانن کان

جيڪڏهن توکي بي خودي جو ذوق جڳائي
وڃ نه مسجد کان ميخاني ڏي

”بیدل“ سچ ۽ نیاز جي واٽ ۾
ساهه صدقي ڪر دلبر جي آڳنڌ تي

(۲۸)

دلبر آمد به سوی دل شده سبحان الله،
شاد گردید دل غم زده سبحان الله-

عاکف کعبه که بود وردش عیب زندان،
شد مقفی به در می کده سبحان الله-

مفتی وقت که توحید حلوی انگاشت،
بر ره راست هم آمده سبحان الله-

سطوت عشق مجد چیرگی کرد که شیخ،
هم چو منصور انا الحق زده سبحان الله-

شاید غیب مشهود شد از آئینهء شکل،
بیدل از جلوش حیران شده سبحان الله-

دلبر آيو دل جي طرف تڙي سبحان الله
غمگين دل خوش ٿي سبحان الله

ڪمبي ۾ اعتڪاف ۾ ويهندڙ جو ڪم هيو رندن جا عيب ڪڍڻ
سو اچي رهيو ميڪدي جي در تي سبحان الله

وقت جي مفتي توحيد پئي ڀانڙي
سو به سنئين راهه تي آيو سبحان الله

دهدبو عشق جو نه ڳول، جيڪا ڏاڍائي شيخ ڪئي
(ان به) منصور جيان ان الحق جو نعرو هنيو سبحان الله

لڪل محبوب ظاهر ٿيو، شڪل جي آئيني کان
”بيدل“ ان جي جلوي کان حيران ٿيو سبحان الله

(۲۹)

بس شتاب آمدی تعالیٰ الله،
بی نقاب آمدی تعالیٰ الله-

به مرادت علوی و سفل،
کامیاب آمدی تعالیٰ الله-

خوش و آ راستی ظهور و بطون،
گل و کلاب آمدی تعالیٰ الله-

جام برکف به محفل مستان،
بی حجاب آمدی تعالیٰ الله-

بعد مدت مدید با مشتاق،
در خطاب آمدی تعالیٰ الله-

در نظر صوفیان بی سروپا،
نور تاب آمدی تعالیٰ الله-

دل چو نیلوفر از تو به شکفته،
آفتاب آمدی تعالیٰ الله-

هر کان بستی موبوم،
ماستاب آمدی تعالیٰ الله-

اندر امواج بحر رو بیدل،
تو حباب آمدی تعالیٰ الله-

غزلیات بیدل

ڪافي تڪڙو اچي وڻين مٿاهون آ الله
بنا پردي آئين مٿاهون آ الله

پنهنجي مراد سان مٿاهين، هيٺاهين
ڪامياب آئين مٿاهون آ الله

ڇڳو اڄ سينگار ٿئي ظاهر ۽ اندر
گل ڳلاب ٿي آئين مٿاهون آ الله

مستن جي محفل ۾ جام تريءَ تي
بي حجاب آئين! مٿاهون آ الله

ڊگهي مدت کان پوءِ دل گهرين سان
ڪچهري ڪيئي مٿاهون آ الله

مست صوفين جي نظر ۾
نور ڇٽيندي آئين، مٿاهون آ الله

دل نيلوفر وانگر توسان ٿري
سج ٿي آئين مٿاهون آ الله

خيالي هستي جي سنهڙي ڪپڙي لاءِ
چنب ٻڻجي آئين مٿاهون آ الله

درياه جي موجن ۾ ويندڙ ”بيدل“
تون پاڻي جو ڦوٽو آهين، مٿاهون آ الله

دارم من از فراق تو ای ماء پاره ای،
در چشم خار خار دل اندر شراره ای-

این ناله و فغان به گوشی تو کی رسید،
لیکن ز ناله غم زده را نیست چاره ای-

بهر جانور میرد یک بار عشق باز،
در بحر نیست غوطه خور چند پاره ای-

از ماه رویت این همه آفت بمن رسید،
حقا که نیست هرگز جرم ستاره ای-

آخر رسد مرا که زمانی به کام دل،
مهر عارض ترا بنام نظاره ای-

تسلیم کن دلا به عبث دست و پامزن،
بیدا چو نیست بحر عدم را کناره ای-

بیدل تو جام عیش ز عشق آرزو مدار،
باش از پیاله درد و غمش درد خواره ای-

رڪان مان تنهنجي وڇوڙي کان اي چنڊ جهڙا
اکين ۾ ڪتبا، دل ۾ باهيون

هي دانهون، تنهنجي ڪن تائين ڪيئن پهچن
پي ڏک پري دانهن کان سواءِ ڪو چارو ڪونهي

هر ساه وارو هڪ دفعو مري ٿو پر عاشق
هر درياه ۾ ناهي ناهي غوطا کائيندڙ ڪي پيرا

تنهنجي سهڻي چهري جي ڪري هي آفتون مونکي رسيون
حقيقت ۾ هرگز ناهي ڏوه (بخت) ستاري جو

آخر پهچي مونکي ڪا گهڙي دل جي مراد
تنهنجي ڳل جي چنڊ جو پسان مان ڪو نظارو

مڃ اي دل! اجايو هٿ پير نه هٿ
جو عدم جي درياه کي ڪو ڪنارو ظاهر ناهي

”بیدل“ تون زندگي جو جام خواهشن جي عشق ۾ نہ رک
ان جي غم درد جي پيالي مان درد پيئندڙ هج

بارید ابر غم چو به میدان کربلا،
خون رنگ گشته رنگ بیابان کربلا-

عالم خراب گشته شفق رنگ شد فلک،
زمین و لوله که سرزد ز ایوان کربلا-

هر هیچ کس نرفت ز عشاق سرچه رفت،
هر عاشقان محنت کیشان کربلا-

طوفان آب جوش زد اندر زمان نوح،
جریان خون به بین تو به طوفان کربلا-

آن سگ جهنم که عمر بن سعد بود،
دافست بدر خون دلیران کربلا-

امیر عظیم بود ولی حب مال و جاه،
چشمش به بست دزد به امیران کربلا-

و آن ملحد آن که قوم یزید لعین بودند،
گشتند جنگجوی به سلطان کربلا-

از عرشیان غریبو برآمد که بای بای،
شامی نمود رو به غریبان کربلا.

روح الامین به جمله ملایک فغان کشید،
چون حال زار دید یتیمان کربلا.

شد چشم انبیاء به طفیل شه رسل،
خونبار در غزای قتیلان کربلا.

چون شاه اولیاء بگرفتند زار زار،
صاحب دلان به ماتم داران کربلا.

بی شک به روز خلل در آید شگفته رو،
بهر کو گریست بهر حزینان کربلا.

یارب به حرمت شه شهدا و لشکرش،
کن حشرما به زمهره شهیدان کربلا.

بیدل که مقتبس ز جناب محمدی است،
بخاش جلوه شمع شبستان کربلا.

غم جو ڪڪرو سڀو ڪريلا جي رڻ تي
رت رڱيل ٿي واري ڪريلا جي

جهان ويران ٿيو آسمان ڳاڙهي رنگ ٿيو
ان ولولي کان جو پيو ڪريلا جي اڱڻ تي

ڪنهن تي نه گذريو، جيڪي عاشقن تي گذريو
محبت ڪندڙ عاشقن تي ڪريلا جي

پاڻي جو طوفان موج ۾ آيو نوح جي زماني ۾
تون ڏس رت وهندڙ طوفان ڪريلا جو

اهو ڪتو جهنم جو عمر بن سعد هيو
ڄاتو حلال خون ڪريلا جي دليرن جو

ڪم وڏو هيو، پر مال مرتبي جي محبت خاطر
اڪيون ان چور جون ٻڌيون ڪريلا جي سردارن

اهي بي دين جيڪي يزيد لعنتي جي قوم جا هيا
تي ويا جهيڙي ڪار ڪريلا جي بادشاه سان

عرش وارن کان دانھن نڪتي ھا۽ ! ھا۽ !
شامين حملو ڪيو ڪريلا جي مسافرن تي

روح الامين (جبريل) سڀن ملائڪن سميت اوسارا ڪڍيا
جڏهن پريشان حال ڏٺو ڪريلا جي يتيمن جو

تي اک نئين جي شاھ رُسل جي صدقي
رت وسائيندڙ ڪريلا جي جنگ ۾ قتل ٿيندڙن لاءِ

جڏهن وٺين جا بادشاھ رنا زار زار
دل وارا به ماتم ڪندڙ ڪريلا جا ٿيا

بيشڪ بهشت ۾ اچن رونق ڀرئي منهن سان
جيڪي رنا ڪريلا جي ڏکڻ لڏ

يارب! شهيدن جي شاھ ۽ ان جي لشڪر جي صدقي
ڪر حشر اسان جو شهيدن جي ٽولي ۾

بيدل، جيڪو چونڊيندڙ (نور جو) محمد جي درٻار مان آهي
ڏيکار ان کي جلوو ڪريلا جي رات جي شمع جو

مشکل الفاظ کے معانی

بہشم۔ وفا کر دین۔ بیامانہ دوستی

کام۔ مقصد

زلزل۔ مٹھایا پائی

بد سگال۔ بد خواہ

خال۔ تل

طراوت۔ شادابی

فرس۔ اسپ

پر تو۔ روشنی

مرور۔ روشنی

آسگی۔ افسوس

منطقش۔ اسکی گفتگو

کچ۔ گوشہ

آبا۔ انکار

التفات۔ مہربانی

خشت۔ زینٹ

قرص۔ تکیہ

مگس۔ مکھی

اعوذ بک۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں

مشو۔ مت ہو

منکدر۔ گدلا

خلف و سلف۔ اخلاق و اسلاف کی جمع

ایار۔ جام

اتجاب۔ برافروختگی

مکابرو۔ قہر و غلبہ

شستہ ایم۔ ہم نے دھویا ہے

رقم زدہ ایم۔ ہم نے لکھ دیا ہے

برکنڈہ ام۔ میں نے اکھیر دیا ہے

تولا۔ دوستی

حفیض۔ پستی

زردہ۔ بلندی

خوارق۔ جمع خارق

زردبان۔ میٹرھی

مہند۔ ہدایت یافتہ

منقبر۔ تعمیر کرنے والا

اختلاط۔ ملاپ

زرع۔ جھگڑا

شب تیرہ۔ تاریک رات

غزلیات بیدل

وہ۔ کلمہ تعجب

جلبالی۔ ایکٹ جگہ سے دوسری جگہ جانا

کنتان۔ باریک کپڑا

حب۔ لباس

تیہ۔ گرائی

عتبہ آستانہ

چاہ۔ کنواں

بارہ۔ ایکبار۔

جرعہ۔ گھونٹ

کلاہی۔ ٹوپی

فراغ۔ آسودگی

غمزہ۔ آنکھ کا اشارا

امراء القیس۔ عربی کا بہت بڑا شاعر زمانہ جاہلیت کا

سمن۔ یاسمین

رخت۔ لباس

خست۔ سستی

زاغ۔ کوا

دنی۔ پست حقیر

عمیت۔ کامل

مکابرت۔ قہر و غلبہ

غزلیات بیدل

سلف۔ آباء و اجداد

دقائق۔ دقیق کی جمع

ماو جی۔ جو جی کی جائے

ہویت۔ شخصیت، ذات

مشبہ۔ مثل یا مانند

کاہی۔ سبھی

قانع۔ قناعت کرنے والا

سما۔ دعا، ذکر

حرمان۔ نومیدی

لاف و گراف۔ فضول گفتگو

عقدہ نکشود۔ گرہ نہ کھلی حباب۔ بلبلا

نچمیدیم۔ ہم نہ چلے

صوامع۔ عبادت گاہ خانقاہ

ثریٰ۔ زمین کی آخری تہہ

سما۔ آسمان

سمک۔ بلندی

لکد کوب

رمزن۔ لٹیرہ

تفقد۔ جستجو کرنا

معروض۔ عرض شدہ

غزلیات بیدل

قد می نہہ۔ قدم رکھ

عاکف۔ مختلف اعتکاف والا

حلول۔ کسی شے میں داخل ہونا

بطون۔ جمع بطن (پیٹ)

ناب۔ خالص

عبث۔ فضول

ورد۔ تلپھٹ

جریان۔ جاری بہتا ہوا

لمحہ۔ کافر، بے دین۔

